شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ: 185)

مسنون رکعاتِ تراویح

مع

فضائل و مسائل رمضان

تالیف: ابو حمزہ عبدالخالق صدیقی

ترتیب، تخریج و اضافہ: حافظ حامد محمود الخضری



انصار السنہ پبلیکیشنز۔ لاہور

اسلامی اکادمی، الفضل مارکیٹ، 17-اردو بازار لاہور 37357587

فہرست مضامین



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ، وَنَسْتَعِيْنُهٗ ، وَنَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا ، وَمِنْ سَيِّاٰتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلاَ مُضِلَّ لَهٗ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلاَ هَادِىَ لَهٗ ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ .

﴿ يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾ ﴾ (آل عمران: ١٠٢)

﴿ يَآَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿١﴾ ﴾ (النساء: ١)

﴿ يَآَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿٧٠﴾ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧١﴾ ﴾ (الاحزاب: ٧٠-٧١)

أَمَّا بَعْدُ : فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ ، وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ (ﷺ) وَشَرَّ الْأُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا ، فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ ، وَّكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ، أَلضَّلَالَةُ فِي النَّارِ . " وَبَعْدُ!

قرآن کی روشنی میں سنت کی اہمیت

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کیے بغیر بندہ مسلمان نہیں ہوسکتا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝۶۵﴾

(النساء: ٦٥)

''تمہارے رب کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتے جب تک تنازعات میں آپ کو حاکم تسلیم نہ کریں، پھر آپ جو فیصلہ کریں اس کے متعلق اپنے دلوں میں گھٹن بھی محسوس نہ کریں، اوراس فیصلہ پر پوری طرح سر تسلیم خم نہ کردیں۔''

فائدہ :...... مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات مبارکہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ کوئی شخص اتنی دیر تک مسلمان نہیں ہوسکتا، جب تک اپنے تمام اُمور میں رسول اللہ ﷺ کو فیصل نہیں مان لیتا، کیونکہ آپ کا فیصلہ وہ فیصلہ ربانی ہے، جس کی حقانیت کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے، اور اپنے عمل کے ذریعہ بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا انتہائی ضروری ہے۔

شانِ نزول:

اس حدیث پاک کے شان نزول میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ کا حرہ کے پانی کے بہاؤ کے بارے میں ایک انصاری سے اختلاف ہوگیا اور معاملہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا، تو آپ نے فرمایا کہ اے زبیر! زمین سیراب ہوجانے کے بعد اپنے پڑوسی کی جانب پانی کھول دو تو انصاری نے عرض کیا، اے اللہ

کے رسول! کیا آپ نے ایسا فیصلہ اس لیے کیا ہے کہ زبیر آپ کے پھوپھی زاد ہیں؟ اس پر آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور کہا کہ اے زبیر! زمین کو سیراب کرو اور پانی کو روک رکھو، یہاں تک کہ پانی تمہاری زمین کی دیوار سے لگ جائے، اس کے بعد اپنے پڑوسی کی جانب پانی کھول دو۔

جب انصاری نے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کردیا تو آپ نے زبیر رضی اللہ عنہ کو صراحت کے ساتھ ان کا پورا حق دیا، حالانکہ پہلے آپ نے دونوں کو ایک ایسا مشورہ دیا تھا کہ جس میں انصاری کی رعایت کی گئی تھی۔ بعد میں سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں یہ آیتیں اس واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھیں۔ ❶

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کے شانِ نزول کے بارے میں کلبی کی تفسیر کے حوالے سے لکھا ہے: ''کہ ایک منافق اور ایک یہودی کے مابین تنازعہ تھا۔ یہودی نے کہا کہ ہم لوگ محمد کے پاس چلیں، اور منافق نے کہا کہ کعب بن اشرف کے پاس چلیں۔ بالآخر دونوں اپنا جھگڑا لے کر دربارِ رسالت میں آ گئے۔ پھر پورا قصہ بیان کیا، جس میں آتا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے منافق کو قتل کردیا اور یہی ان آیتوں کے نزول کا سبب تھا، اور عمر رضی اللہ عنہ کا لقب ''فاروق'' پڑ گیا۔

اس کی سند اگرچہ ضعیف ہے، لیکن مجاہد نے اس کی تائید کی ہے، اور طبری نے اسے ترجیح دی ہے، تاکہ ان تمام کا تعلق ایک ہی سبب سے ہوجائے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: ''ممکن ہے زبیر اور ان کے پڑوسی کا فیصلہ بھی انھی دنوں پیش آیا ہو۔'' ❷

رسول اللہ ﷺ کی اطاعت فرض ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

❶ صحيح بخاری، کتاب التفسير، رقم : ٤٥٨٥. ❷ فتح الباری : ٥/٤٨.

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝﴾ (الحشر : ٧)

''اور جو کچھ تمہیں رسول دیں، وہ لے لو، اور جس سے روکیں، اس سے رک جاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ یقیناً سخت سزا دینے والا ہے۔''

فائدہ :...... مذکورہ بالا آیت کریمہ میں اللہ ربّ العزت نے مسلمانوں کو نصیحت کی ہے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو ملے اس پر راضی رہنا چاہیے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انھیں کچھ بھی نہ دیں تب بھی ان کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیے۔ اس میں اموالِ غنیمت، اموال فئی اور دیگر تمام چیزیں داخل ہیں۔ علماء نے اس آیت کریمہ سے استدلال کر کے کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہر صحیح حدیث قرآن کے حکم میں داخل ہے۔''

(تيسير الرحمن : ٢/ ١٥٦٤ بتعديل يسير)

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے وعظ میں جسم گودنے والی، ابرو کے بال اکھاڑنے والی، حسن کے لیے دانتوں میں کشادگی کرنے والی اور اللہ کی خلقت میں تبدیلی کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی، تو قبیلہ بنواسد کی اُمّ یعقوب نامی عورت نے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ میں ایسی عورتوں پر لعنت کیوں نہ کروں، جن پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت کی ہے، اور جو اللہ کی کتاب میں بھی موجود ہے۔ اس عورت نے کہا: میں نے پورا قرآن پڑھا ہے، لیکن اس میں مجھے تو یہ چیز کہیں نہیں ملی۔ اس پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر تم نے قرآن پڑھا ہوتا تو تمھیں یہ حکم مل جاتا، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾
(الحشر : ٧)

''اور جو کچھ تمہیں رسول دے، وہ لے لو، اور جس چیز سے منع کرے، اس سے باز رہو۔'' [1]

[1] صحيح بخارى، كتاب التفسير، رقم : ٤٨٨٦ـ صحيح مسلم، كتاب اللباس، رقم: ٢١٢٥ـ مسند أحمد : ١٠/ ٤٣٣.

سنت رسول اللہ ﷺ ہی اختلافات کا حل ہے:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ ﴾ (النساء: ٥٩)

''اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور تم میں سے اقتدار والوں کی، پھر اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے، تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اسی میں بھلائی ہے اور انجام کے اعتبار سے یہی اچھا ہے۔''

فائدہ:......مجاہد اور دوسرے علماء سلف نے کہا ہے کہ ﴿ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ﴾ ''اللہ اور اس کے رسول کی طرف پھیر دو۔'' سے مقصود قرآن وسنت ہے۔ آیت کے اس حصہ میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں ان کے درمیان اختلاف ہو تو اس کا فیصلہ قرآن وسنت کے مطابق ہونا چاہیے، اگر کوئی اختلافی مسائل میں قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والا نہیں مانا جائے گا۔ اس کے بعد اللہ نے فرمایا کہ ﴿ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴾ ''قرآن کی طرف رجوع ہی میں ہر خیر ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی یہی عمل بہتر ہے۔'' [1]

سنت رسول ﷺ پر عمل اللہ تعالیٰ سے محبت کی دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (آل عمران: ٣١)

---

[1] تفسیر طبری: ٥٠٤/٨۔ تفسیر ابن کثیر: ٧٠٦/١.

''کہہ دیجیے! اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا، اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا رحیم ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ''کہ یہ آیت کریمہ اُن تمام لوگوں کے خلاف دلیل ہے جو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور طریقۂ محمدی پر گامزن نہیں ہوتے، جب تک آدمی اپنے تمام اقوال و افعال میں شرع محمدی کی اتباع نہیں کرتا، وہ اللہ سے دعوائے محبت میں کاذب ہوتا ہے۔ بخاری و مسلم نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ فِيْهِ فَهُوَ رَدٌّ.)) [1]

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کا ہم نے حکم نہیں دیا تو وہ عمل مردود ہوگا۔''

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۲)

مزید لکھتے ہیں: ''بعض حکیم علماء نے لکھا ہے کہ تیرا چاہنا کوئی چیز نہیں۔ لطف تو اس وقت ہے کہ اللہ تجھے چاہنے لگ جائے۔ غرض اللہ کی محبت کی نشانی یہی ہے کہ ہر کام میں اتباع سنت مدنظر ہو۔'' (حوالہ ایضاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ میں اسوۂ حسنہ ہے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱ ﴾ (الاحزاب: ۲۱)

''فی الحقیقت تم مسلمانوں کے لیے رسول اللہ کا قول و عمل ایک بہترین نمونہ ہے، ان کے لیے جو اللہ اور یومِ آخرت کا یقین رکھتے ہیں اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہتے ہیں۔''

خلاصہ:...... پس ان آیات کریمہ کی روشنی میں معلوم ہوا کہ اختلافی اُمور میں جب تک رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلہ کو دل و جان سے تسلیم نہ کیا جائے، بندہ مومن نہیں

[1] صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم: ۲۶۹۷۔ صحیح مسلم، کتاب الأقضیة، رقم: ۱۷۱۸.

ہوسکتا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری فرض ہے۔ اتباع رسول ﷺ سے بندہ اللہ کا محبوب بندہ بن جاتا ہے اور یہ اہل ایمان کی بڑی صفات میں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا قول وعمل ہی اہل ایمان کے لیے بہترین نمونہ ہے۔

مزید برآں کون نہیں جانتا کہ رمضان المبارک میں جماعت اور بغیر جماعت نبی کریم ﷺ نے گیارہ رکعت قیام اللیل ہی فرمایا ہے، حتیٰ کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیس رکعت تراویح پڑھنا بسند صحیح ثابت نہیں ہے۔ اس کے برعکس حنفیوں کے ممدوح امام محمد بن حسن الشیبانی کی المؤطا سے ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ گیارہ رکعات کے قائل تھے۔ تو پھر ہمیں عملاً محبت رسول ﷺ کا اظہار کرنے سے کس چیز نے روک رکھا ہے؟

سنت رسول ﷺ سے اعراض وانحراف کے متعلق وعید

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نافرمانی، اور آپ کی سنت سے دُوری کی وجہ سے انسان جہنم میں چلا جائے گا۔ آپ کی مخالفت نفاق کی دلیل ہے، جہالت کی علامت ہے اور باعث ذلت و رسوائی ہے۔ جیسا کہ ذیل کی آیات کریمہ سے واضح ہورہا ہے۔

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۚ أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ﴿١٠٤﴾﴾ (المائدہ: ۱۰۴)

''اور جب انہیں کہا جاتا ہے کہ آؤ اس چیز کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے، اور آؤ رسول کی طرف، تو کہتے ہیں: ہمیں تو وہی کچھ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے آباؤاجداد کو پایا ہے، خواہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہ جانتے ہوں، اور نہ ہی ہدایت پر ہوں۔''

یعنی جو مشرکین مختلف شرکیہ افعال واعمال میں مبتلا تھے، ان سے کہا جاتا کہ تم لوگ اپنے آباؤاجداد کی تقلید چھوڑ دو جنھوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق افترا پردازی سے کام لیا تھا، اور اللہ

اوراس کے رسول جو کہتے ہیں اس پر عمل کرو، تو وہ فوراً بول اٹھتے ہیں کہ ہم تو اپنے باپ دادوں ہی کی تقلید کریں گے، اس کا جواب اللہ نے دیا کہ کیا آباؤ اجداد کی تقلید ان کے لیے کافی ہوگی، چاہے ان کے وہ باپ دادے حق کو جانتے اور پہچانتے نہ ہوں۔

مزید ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝۱۱۵﴾ (النساء: ۱۱۵)

’’جو شخص ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر اور راہ اختیار کرے تو ہم اسے ادھر ہی پھیر دیتے ہیں جدھر کا اس نے رخ کیا ہے، پھر ہم اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین ٹھکانہ ہے۔‘‘

’’جو کوئی بھی حق واضح ہوجانے کے بعد رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے گا، اور مسلمانوں کی راہ یعنی دین اسلام کے علاوہ کسی دوسری راہ کو اپنائے گا، تو اللہ تعالیٰ اسے اُسی مخالفت رسول اور عدمِ اتباع اسلام کی راہ پر چھوڑ دے گا، بلکہ اس کی نگاہوں میں اس کی اس روش کو خوبصورت اور عمدہ بنادے گا یہاں تک کہ جہنم میں جا گرے گا۔

یہ آیت دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت آدمی کو کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ’’کہ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مؤمنوں کی راہ کی اتباع نہ کرنے والا وعید کا مستحق ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے والا وعید کا مستحق ہے۔‘‘

(تیسیر الرحمن: ۱/۲۹٤۔ ۲۹۵، ملخصاً)

احادیث نبویہ کی روشنی میں سنت کی اہمیت

اتباع رسول ﷺ فرض ہے:

((عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: مَا اَمَرْتُكُمْ بِهِ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَیْتُكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا .)) [1]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو میں تمہیں دوں اس کو لے لو، اور جس چیز سے منع کروں اس سے باز آجاؤ۔''

فائدہ:...... رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان عالی شان درحقیقت قرآنی آیت

﴿ وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰـكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾

(الحشر: ۷)

''اور جو کچھ تمھیں دے، اس کو لے لو، اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آجاؤ۔''

کی تفسیر ہے۔ یاد رہے کہ قرآن مجید کی شرح وتفسیر کا سب سے پہلا اور سب سے زیادہ حق خود رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہے کہ جن کی طرف یہ کتاب نازل کی گئی۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وہ فرامین رسول اور اسوۂ نبوی ﷺ کو مدنظر رکھے بغیر قرآن مجید کو سمجھ سکتا ہے، تو یہ اُس کا خیال بد اور وہم باطل ہے۔

رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت طیبہ ہدایت کا روشن چراغ ہے:

((وَعَنْ جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا خَطَبَ يَقُوْلُ : اَمَّا بَعْدُ! فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ كِتَابُ اللّٰهِ . وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ ﷺ ، وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ)) [2]

---

[1] سنن ابن ماجه، بَابُ اِتِّبَاعِ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، رقم: ۱۔ سلسلة الصحيحة، رقم: ۸۵۰.

[2] صحيح مسلم، كتاب الجمعه، بابُ تخفِيفِ الصَّلَاةِ وَالْخُطْبَةِ، رقم: ۸۶۷.

سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرمایا: ”حمد وثناء کے بعد، سب سے بہترین بات ”کتاب اللہ“ ہے، اور بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اور سب سے بدترین کام وہ ہیں جو اپنی طرف سے وضع کیے جائیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

فائدہ :......معلوم ہوا جو کام سنت کے خلاف ہو وہ بدعت ہے، جو کہ سراسر گمراہی ہے۔ پس سنت نورِ ہدایت ہے، لہٰذا ہر عمل صالح، نماز اور روزہ وغیرہ سنت کے عین مطابق ہو، تو حصولِ رضائے الٰہی ممکن ہے، بصورتِ دیگر نہیں۔

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع جنت میں لے جاتی ہے:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی . قَالُوْا: یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم! وَمَنْ یَاْبٰی؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی .)) [1]

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری تمام امت جنت میں جائے گی، مگر جس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ! کون ہے جو جنت میں جانے سے انکار کرے؟ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہو گیا، اور جس نے میری نافرمانی کی، پس تحقیق اس نے جنت میں جانے سے انکار کیا۔“

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض اسلام سے خروج کا سبب ہے:

((وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَاءَ ثَلَاثَةُ رَهْطٍ إِلَی بُیُوتِ أَزْوَاجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَسْأَلُونَ عَنْ عِبَادَةِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فَلَمَّا أُخْبِرُوا كَأَنَّهُمْ تَقَالُّوهَا فَقَالُوا: وَأَیْنَ نَحْنُ مِنَ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللّٰه، رقم: ۷۷۰ .

ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ ، قَالَ أَحَدُهُمْ: أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أُصَلِّي اللَّيْلَ أَبَدًا ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أُفْطِرُ ، وَقَالَ آخَرُ: أَنَا أَعْتَزِلُ النِّسَاءَ فَلَا أَتَزَوَّجُ أَبَدًا ، فَجَاءَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ إِلَيْهِمْ ، فَقَالَ: أَنْتُمُ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا ، أَمَا وَاللّٰهِ! إِنِّي لَأَخْشَاكُمْ لِلَّهِ وَأَتْقَاكُمْ لَهُ ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأُفْطِرُ ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ ، وَأَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي .)) [1]

''سیّدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین شخص نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس آئے، اور نبی رحمت ﷺ کی عبادت سے متعلق سوال کیا، اور جب انہیں نبی مکرم ﷺ کی عبادت کے متعلق خبر دی گئی تو انہوں نے اس عبادت کو معمولی سمجھا، اور کہا: ہمیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا نسبت ہے، آپ کی تو اللہ نے پہلی پچھلی سب لغزشیں معاف کردی ہیں، ان میں سے ایک نے کہا: میں تو ہمیشہ رات بھر نفل ادا کروں گا۔ دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن بھر کا روزہ رکھوں گا کبھی افطار نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا: میں عورتوں سے دور رہوں گا کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پس نبی اکرم ﷺ ان کے پاس گئے اور آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: تم نے اس اس طرح کی باتیں کی ہیں؟ خبردار، اللہ کی قسم! میں تم میں سب کی نسبت زیادہ اللہ سے ڈرنے والا، اور پرہیزگار ہوں، اس کے باوجود روزہ رکھتا ہوں اور کبھی نہیں بھی رکھتا، میں رات کو نوافل ادا کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں، اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔''



[1] صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، رقم: ٥٠٦٣.

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نظر میں سنت کی اہمیت

خلیفۂ اوّل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ:

((لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهٖ اِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ فَإِنِّیْ أَخْشٰی إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهٖ أَنْ أَزِيْغَ .)) [1]

''میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے، مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیونکہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی ﷺ کے کام میں سے کسی چیز کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہوجاؤں گا۔''

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا کہ اگر مسئلہ کتاب اللہ میں ہے تو اس کا فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنت رسول میں دیکھو اور فیصلہ دو۔ اگر کتاب و سنت میں نہیں ہے اور تم سے پہلے کسی نے اس کا فیصلہ بھی نہیں کیا ہے تو تمھیں اختیار ہے کہ اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرو یا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میری نظر میں پیچھے ہٹ جانا اچھا رہے گا۔ [2]

ایک سفر میں سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک سرکش اونٹ پر سوار تھے جو رسول اللہ ﷺ سے آگے نکل نکل جاتا تھا۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ کوئی نبی کریم ﷺ سے آگے نہ بڑھنے پائے۔'' [3]

[1] صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، رقم: ۳۰۹۳۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، رقم: ۴۵۸۲.

[2] سنن دارمی : ۱/۵۵۔ اخبار القضاة : ۲/۱۸۹.

[3] صحیح بخاری، کتاب الحصبة، رقم : ۲۶۱۰.

سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ:

ایک بار سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سوار ہونے لگے تو رکاب میں بسم اللہ کہہ کر پاؤں رکھا، پشت پر پہنچے تو الحمد للّٰہ کہا، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ۝ ﴾ (الزخرف: ۱۳، ۱۴)

پھر تین بار الحمد للّٰہ اور تین بار اللّٰہ اکبر کہا۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھی:

((سُبْحَانَكَ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْلِيْ إِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ.))

پھر مسکرا دیے، لوگوں نے مسکرانے کی وجہ دریافت کی، بولے: ''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان ہی پابندیوں کے ساتھ سوار ہوئے اور اخیر میں مسکرا دیے، میں نے مسکرانے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ جب بندہ علم و یقین کے ساتھ یہ دعا کرتا ہے تو اللہ اس سے خوش ہوتا ہے۔'' [1]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما:

اتباع سنت میں تمام صحابہ کرام سے سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بطور خاص ممتاز تھے، رسول اللہ ﷺ حج کے سفر سے واپس آئے تو مسجد کے دروازے پر ناقہ کو بٹھا کر پہلے دو رکعت نماز پڑھی، پھر گھر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بھی یہی معمول کیا۔ [2]

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کعبہ کے صرف دونوں یمانی رکنوں یعنی حجر اسود اور رکن یمانی کو چھوتے تھے، ایسے جوتے پہنتے تھے جن پر بال نہیں ہوتے، زرد رنگ کا خضاب لگاتے تھے اور لوگ چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے تھے، لیکن وہ یوم الترویہ یعنی آٹھویں ذوالحجہ کو احرام باندھتے تھے، جناب عبید بن جریج نے ان سے پوچھا کہ ''صرف آپ ہی کیوں ایسا

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب ما يقول الرجل اذا ركب، رقم: ۲۶۰۷۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب الوضوء، رقم: ۱۹۶۔ صحیح مسلم، رقم: ۱۱۸۷۔ سنن ابوداؤد، کتاب الجهاد، رقم: ۲۷۸۲.

کرتے ہیں؟ آپ کے اور اصحاب نہیں کرتے، بولے کہ: ''میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے اس لیے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔'' ❶

سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما:

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: کہ نبی کریم ﷺ نے حج تمتع کیا تھا، عروہ بن الزبیر نے سن کر کہا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما منع کرتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے لگتا ہے کہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اور لوگ کہتے ہیں کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا ہے۔ ❷

نوٹ:......حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ اس قول کو نقل کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ:

> ''اللہ تعالیٰ ابن عباس رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے اور ان سے راضی ہو، اگر اس زمانے کے لوگوں کو دیکھتے تو کیا کہتے؟ ان کے سامنے جب کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کہا: تو وہ حدیث رسول ﷺ کا ایسے لوگوں کے اقوال سے معارضہ کرتے ہیں۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بہت ہی نیچے درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔'' ❸

نبی کریم ﷺ کی حدیث ہوتے ہوئے سیّدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی بات دین نہ بن سکی، افسوس صد افسوس! تو پھر فقہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اور جعفری اور پیروں، علماء اور مروجہ فرقوں کی خلاف سنت بات کو حجت کیسے مانا جا سکتا ہے۔



❶ سنن ابوداؤد، کتاب المناسك، رقم: ١٧٧٢.
❷ مسند أحمد : ٣٣٧/١.
❸ أعلام الموقعين : ٥٣٩/٣.

ائمہ کرام رحمہم اللہ کی نظر میں سنت کی اہمیت

نہ لو قولِ ائمہ گر حدیثوں سے ہو متصادم
امامانِ شریعت کی یہی ہم کو وصیت ہے!

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ:

(۱)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ المتوفی ۱۵۰ھ ارشاد فرماتے ہیں:

((اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثِ فَهُوَ مَذْهَبِیْ .)) [1]

''جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے۔''

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس قول کے مطابق لوگوں کو اپنی آراء کی طرف دعوت دینے کی بجائے امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور بانگ دُہل اعلان فرما رہے ہیں کہ میں اہل حدیث ہوں اور صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو مسح علی الجوربین کی حدیث مل گئی تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔

(۲)...... چنانچہ جامع ترمذی میں ہے: صالح بن محمد الترمذی کہتے ہیں: میں نے ابومقاتل سمرقندی سے سنا، وہ کہہ رہے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ کے پاس مرض الموت میں گیا، پس انہوں نے پانی منگوایا اور وضو کیا، آپ جرابیں پہنے ہوئے تھے، پس آپ نے جرابوں پر مسح کیا، پھر آپ نے ارشاد فرمایا:

((فَعَلْتُ الْيَوْمَ شَيْئًا لَمْ أَكُنْ أَفْعَلُهُ ، مَسَحْتُ عَلَى الْجَوَرَبَيْنِ ، وَهُمَا غَيْرُ مُنَعَّلَيْنِ .))

---

[1] ردّ المحتار علی الدر المختار، لابن عابدین: ۱/ ٦٨.

''میں نے آج وہ کام کیا ہے جو پہلے نہیں کرتا تھا، وہ یہ کہ میں نے جرابوں پر مسح کیا ہے جو کہ منعلین نہیں ہیں۔'' ❶

(۳)......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ایک قول اس طرح ہے کہ؛

((اِذَا قُلْتُ قَوْلاً یُخَالِفُ کِتَابَ اللّٰهِ وَخَبَرَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاتْرُكُوْا قَوْلِيْ .)) ❷

''جب میں کوئی ایسی بات کہوں جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث کے خلاف ہو تو میری بات کو چھوڑ دو۔''

ان اقوال سے ثابت ہوا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ قرآن و حدیث کو اپنی بات پر مقدم کرتے تھے، اور جو بات خلاف قرآن وسنت ہوتی، اس سے رجوع کر لیتے تھے، معلوم ہوا کہ امام صاحب تقلید شخصی کو ناجائز سمجھتے تھے، انہوں نے خود کسی شخصیت کی تقلید نہ کی اور نہ اسے جائز قرار دیا، بلکہ اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا۔

(۴)......یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے بیانگ دُہل فرمایا:

((لَا یَحِلُّ لِاَحَدٍ اَنْ یَاْخُذَ بِقَوْلِنَا مَا لَمْ یَعْلَمْ مِنْ اَیْنَ اَخَذْنَاهُ)) ❸

''کسی شخص کے لیے حلال نہیں کہ وہ ہماری بات کو لے۔ جب تک کہ اسے یہ معلوم نہ ہو جائے کہ یہ بات ہم نے کہاں سے لی ہے؟''

اگر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اقوال کے مطابق دیکھیں تو قرآن وسنت کو وہ اپنا منہج سمجھتے تھے، اور موجودہ حنفی نماز تو کیا، حنفی نماز کی ایک رکعت کے مکمل مسائل بھی صحیح سند کے ساتھ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت نہیں ہو سکتے۔

---

❶ سنن ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، رقم: ۹۹۔ البانی رحمہ اللہ نے اس قول کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ ایقاظ همم أولی الابصار، ص: ۵۰.

❸ الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقهاء، ص: ۱۴۵۔ البحر الرائق: ۲۹۳/۶۔ تاریخ یحییٰ بن معین بحواله صفة صلاة النبی صلی اللّٰه علیه وسلم، ص: ۴۶.

چنانچہ امام الحرمین الجوینی فرماتے ہیں:

''جس صلاۃ کو امام ابوحنیفہ جائز کہتے ہیں، اگر کسی عام آدمی کے سامنے پیش کی جائے تو وہ قبول نہ کرے، اور نماز دین کا ستون ہے۔'' ❶

اس پر مستزاد یہ کہ امام صاحب نبی، رسول اور معصوم نہیں تھے اور غلطی کے امکان کی وجہ سے لوگوں کو قرآن وسنت کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرما رہے ہیں۔ لہٰذا مسائل نماز سیکھنے کے لیے اپنے ائمہ کی فقہوں کے بجائے سنت رسول ﷺ کا سہارا لینا انتہائی ضروری ہے، وگرنہ نماز باطل ہوگی۔

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ:

(۱)...... امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِیءُ وَاُصِیْبُ ، فَانْظُرُوْا فِیْ رَاْیِیْ ، فَکُلُّ مَا وَافَقَ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَخُذُوْہُ ، وَکُلُّ مَا یُخَالِفُ الْکِتَابَ وَالسُّنَّۃَ فَاتْرُکُوْہُ .)) ❷

''یقیناً میں ایک انسان ہوں، میری بات غلط بھی ہوسکتی ہے اور صحیح بھی، لہٰذا میری رائے میں نظر دوڑاؤ، اور جو بات تمہیں کتاب وسنت کے موافق لگے، اسے لے لو، اور جو کتاب وسنت کے مخالف ہو اسے ترک کرو۔''

(۲)...... امام مالک رحمہ اللہ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

((لَیْسَ اَحَدٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَّا وَیُؤْخَذُ مِنْ قَوْلِہٖ وَیُتْرَکُ ، اِلَّا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ .)) ❸

---

❶ مغیث الخلق، ص: ٥٩.

❷ الجامع لابن عبدالبر: ٢/٣٢۔ أصول الاحکام لابن حزم: ٦/١٤٩۔ الایقاظ، ص: ٧٢۔ صفة صلاة النبی للألبانی، ص: ٤٨.

❸ ارشاد السالك، لابن عبدالهادی : ١/٢٢٧۔ صفة صلاة النبی ﷺ، ص: ٤٩.

’’نبی کریم ﷺ کے علاوہ ہر شخص کی بات قبول بھی کی جاسکتی ہے اور ردّ بھی کی جاسکتی ہے، مگر امام الانبیاء ﷺ کی بات کو قبول ہی کیا جائے گا۔ ردّ نہیں کیا جاسکتا۔‘‘

(۳)...... امام مالک رحمہ اللہ کے شاگرد عبداللہ بن وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں سنا: امام مالک رحمہ اللہ سے دورانِ وضوء پاؤں کی انگلیوں کے خلال سے متعلق سوال کیا گیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اہل مدینہ کا اس پر عمل نہیں ہے۔ عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں: میں نے امام مالک سے اس وقت بات نہ کی۔ جب مجلس برخواست ہوئی تو میں نے آپ سے عرض کیا: ہمارے پاس اس مسئلہ میں ایک سنت ہے۔ تو یہ سن کر انہوں نے کہا، وہ کیا ہے؟ پس میں نے لیث بن سعد اور عبداللہ بن لھیعہ اور عمرو بن حارث اور یزید بن عمرو المعافری از أبوعبدالرحمٰن کے طریق سے سند بیان کی کہ صحابی رسول مستورد بن شداد القرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَدْلُكُ خِنْصَرَهٗ مَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ . فَقَالَ: "اِنَّ هٰـذَا الْـحَدِيْثَ حَسَنٌ ، وَمَا سَمِعْتُ بِهٖ قَطُّ اِلَّا السَّاعَة . ثُمَّ سَمِعْتُهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ يُسْاَلُ ، فَيَاْمُرُ بِتَخْلِيْلِ الْاَصَابِعِ . ")) [1]

’’میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنے ہاتھ کی سب سے چھوٹی انگلی سے پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے تھے۔ تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: ’’بے شک یہ حدیث حسن ہے، اور میں نے آج سے پہلے یہ حدیث نہیں سنی۔‘‘ جناب عبداللہ بن وہب فرماتے ہیں: ’’پھر اس کے بعد جب بھی آپ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا، تو میں نے انہیں انگلیوں کے خلال کرنے کا فتویٰ دیتے سنا۔‘‘

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ امام مالک رحمہ اللہ حدیث رسول اللہ ﷺ سن کر اپنی بات پر

[1] الجرح والتعدیل، لابن ابی حاتم: ۱، /۳۱-۳۲۔ امام مالک نے اسے ’’حسن‘‘ قرار دیا ہے۔

ڈٹے نہیں رہتے تھے، بلکہ حدیث کے سامنے سرِ تسلیم خم کرکے اسے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیتے تھے۔ پس ان سے تقلید شخصی کے جواز کا نظریہ محض باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر رحم فرمائے۔ اور یہ بات بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ بڑے سے بڑے اہل علم سے بھی حدیث کی نص مخفی رہ سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ اپنی تقلید سے منع کیا کرتے تھے۔

مصور کھینچ وہ نقشہ جس میں یہ صفائی ہو
ادھر فرمانِ محمدؐ ہو ادھر گردن جھکائی ہو

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ:

(۱)......امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلَى مَنْ اِسْتَبَانَ لَهُ سُنَّةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَحِلَّ لَهٗ اَنْ يَدَعَهَا لِقَوْلِ اَحَدٍ .)) [1]

''مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ جس کسی کے لیے رسول مقبول ﷺ کی سنت واضح ہوجائے تو اس کے لیے حلال نہیں کہ اسے کسی کے قول کی وجہ سے چھوڑ دے۔''

کیا جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کا دَم بھرتے ہیں، امام شافعی کے اس قول کی روشنی میں اجماع اُمت کا عملاً انکار کرتے نظر نہیں آتے۔

(۲)......مزید فرمایا:

((اِذَا وَجَدْتُّمْ فِیْ كِتَابِیْ خِلَافَ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُوْلُوْا بِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَدَعُوْا مَا قُلْتُ .)) [2]

''جب تم میری کتاب میں کوئی خلاف سنت بات دیکھو تو تم رسول کریم ﷺ کی سنت کو اختیار کرو، اور میری بات کو چھوڑ دو۔''

[1] الایقاظ، ص: ٦٨.
[2] تاریخ مدینه دمشق: ٥١/ ٣٨٦.

(۳)......ایک اور روایت میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا وَجَدْتُّمْ سُنَّةً فَاتَّبِعُوْهَا وَلاَ تَلْتَفِتُوْا اِلٰى قَوْلِ اَحَدٍ .)) ❶

''جب تم کوئی سنت پاؤ تو اس کی پیروی کرو اور کسی کے بھی قول کی طرف نہ دیکھو۔''

(۴)......ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

((اِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ فَهُوَ مَذْهَبِىْ .)) ❷

''جب حدیث صحیح ثابت ہو جائے، پس وہی میرا مذہب ہے۔''

(۵)......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک دن مجھ سے کہا:

''تمہارے پاس حدیث اور اسماء الرجال کا علم مجھ سے زیادہ ہے۔ پس جب بھی کوئی صحیح حدیث ملے تو مجھے بتاؤ، خواہ وہ حدیث کوفی، بصری یا شامی ہو، تا کہ میں اسے اپنا مذہب قرار دوں۔'' ❸

(٦)......اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ کا ایک اور عظیم الشان فرمان ہے کہ:

''جب میں کوئی صحیح حدیث بیان کروں اس پر عمل نہ کروں تو میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ اس وقت میری عقل زائل ہو چکی ہوگی۔'' ❹

(۷)......امام شافعی رحمہ اللہ اتباعِ سنت کا بہت زیادہ اہتمام کرتے، اور اپنی تقلید سے منع کرتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے:

''میری کوئی بھی بات رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کے خلاف ہو تو حدیث النبی ﷺ زیادہ لائق اتباع ہے۔'' ((فَلاَ تُقَلِّدُوْنِىْ .)) ''پس میری

---

❶ تاريخ مدينه دمشق: ۵۱/ ۳۸٦۔ حلية اولياء: ۹/ ۱۱٤.

❷ المجموع شرح المذهب: ۱/ ۱۰٤.

❸ تاريخ مدينه دمشق: ۵۱/ ۳۸٦.

❹ تاريخ مدينة دمشق: ۵۱/ ۳۸٦.

تقلید نہ کرنا۔“ ❶

(۸)...... امام شافعی رحمہ اللہ کی حدیث سے بہت زیادہ محبت تھی۔امام اہل السنۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے:

((مَا رَأَیْتُ اَحَدًا اَتْبَعَ لِلْحَدِیْثِ مِنَ الشَّافِعِیِّ .)) ❷

”میں نے امام شافعی رحمہ اللہ سے زیادہ متبع حدیث کسی کو بھی نہیں پایا۔“

(۹)......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا:

”إِذَا اصَحَّ الْحَدِیْثُ وَقُلْتُ قَوْلًا فَاَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِیْ وَقَائِلٌ بِذَلِكَ . “❸

”میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔“

(۱۰)......اسی طرح حرملہ بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا: ”مجھے بغداد میں ناصر الحدیث کا لقب دیا گیا ہے۔“ یعنی حدیث کی مدد کرنے والا۔ ❹

قارئین کرام! ائمہ ثلاثہ یعنی مالک، شافعی اور احمد رحمہم اللہ اہل سنت اور اہل حدیث کے نام سے معروف تھے۔ اس پر یہ اقوال شاہد عدل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آج بھی قرآن و سنت، فہم و عمل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ محدثین کے منہج پر اہل سنت والجماعت کے گروہوں میں سے صرف جماعت اہل حدیث ہی ہے جو کہ اس پر عمل پیرا ہے اور وہی محدثین کے صحیح معنوں میں وارث ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

کہتے ہیں ابوحنیفہ شافعی صحیح حدیث ہے مذہب ہمارا
ہے قول احمد مالک نہ کرو تقلید یہ ہے منہج ہمارا

(۱)......امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مَنْ رَدَّ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَهُوَ عَلَى

❶ تاریخ مدینه دمشق: ۵۱/ ۳۸۶۔ حلیة الاولیاء: ۹/ ۱۱۳. ❷ حلیة اولیاء: ۹/ ۱۱۴.
❸ حلیة الأولیاء: ۹/۱۰۷۔ إعلام الموقعین: ۲/۳۶۳ بمعناه. ❹ حلیة اولیاء: ۹/ ۱۱۴.

شَفَا هَلَكَةٍ .)) ❶

''جس نے بھی رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارک کو ردّ کیا تو وہ شخص ہلاکت کے دھانے پر ہے۔''

(۲)......اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی تقلید سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((لاَ تُقَلِّدْنِیْ ، وَلاَ تُقَلِّدْ مَا لِكًا وَلاَ الشَّافِعِیَّ وَلاَ الْاَوْزَاعِیَّ وَلاَ الثَّوْرِیَّ ، وَخُذْ مِنْ حَيْثُ اَخَذُوْا .)) ❷

''تم میری تقلید نہ کرنا، اسی طرح مالک، شافعی، اوزاعی اور سفیان ثوری رحمہم اللہ کی تقلید نہ کرنا۔ بلکہ مسائل وہاں سے حاصل کرنا، جہاں سے ان ائمہ نے اخذ کیے ہیں۔ یعنی کتاب وسنت سے۔''

(۳)......اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

((لاَ تُقَلِّدْ دِيْنَكَ اَحَدًا مِنْ هٰؤُلاَءِ ، مَا جَاءَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَصْحَابِهٖ ، فَخُذْ بِهٖ ، ثُمَّ التَّابِعِيْنَ مُخَيَّرًا .)) ❸

''تم اپنے دین میں ان میں سے کسی کی تقلید نہ کرنا، جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو، اسے قبول کرو۔ رہے تابعین عظام رحمہم اللہ تو تمہیں ان کے اقوال کو قبول و ردّ کرنے کا اختیار ہے۔''

(۴)......ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

((رَأْیُ الْاَوْزَاعِیْ ، وَرَأْیُ مَالِكٍ ، وَرَأْیُ اَبِیْ حَنِيْفَةَ كُلُّهٗ رَأْیٌ ، وَهُوَ عِنْدِیْ سَوَاءٌ وَاِنَّمَا الْحُجَّةُ فِی الْآثَارِ .)) ❹

❶ صفة صلاة النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ص: ٥٣.

❷ الایقاظ، ص: ١١٣.

❸ مسائل الامام احمد لابی داؤد، ص: ٢٧٦، ٢٧٧ بحواله صفة صلاة النبیﷺ، ص: ٥٣.

❹ جامع بيان العلم، لابن عبد البر: ٢/ ١٤٩.

'' امام اوزاعی، امام مالک اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی رائے تو رائے ہی ہے۔ میرے نزدیک ان کا درجہ حجت نہ ہونے میں برابر ہے۔ دلیل و حجت تو صرف احادیث وآثار ہیں۔''

امام زفر (شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ):

آپ فرماتے تھے:

((اِنَّمَا نَأْخُذُ بِالرَّأْيِ اِذَا لَمْ نَجِدْ الْاَثْرَ فَاِذَا جَاءَ الْأَثْرُ، تَرَكْنَا الرَّأْيَ وَنَعْمَلُ بِالْأَثْرِ .)) ❶

''ہم رائے پر اس وقت عمل کرتے ہیں، جب ہمیں حدیث نہیں ملتی، جب حدیث مل جائے تو ہم رائے کو چھوڑ کر حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرتے ہیں۔''

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ:

امام عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

((وَقَدْ اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِطَاعَتِهِ وَإِتَّبَاعِهِ أَمْرًا مُطْلَقًا مُحَمَّلًا وَلَمْ يُقَيِّدْ بِشَيْءٍ وَلَمْ يَقُلْ مَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ بَعْضُ أَهْلِ الزَّيْغِ .)) ❷

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا مطلقاً حکم فرمایا، اور اسے کسی چیز سے مقید نہیں کیا ہے، اور اللہ نے یہ بھی نہیں کہا کہ نبی کی بات تم اس وقت مانو جب وہ اللہ کی کتاب کے موافق ہو جس طرح کہ بعض کج رو کہتے ہیں۔''

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ:

فخر الدین رازی آیت کریمہ ﴿فلا وربك....﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی مومن ہو ہی نہیں سکتا، جب تک کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جائیں:

---

❶ لسان المیزان : ۱/۲۸۰.
❷ جامع بیان العلم : ۲/۱۹۰.

(الف) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے راضی ہونا۔
(ب) دل میں اس بات کا یقین رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہی برحق ہے۔
(ج) رسول اللہ ﷺ کے فیصلے کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تردد سے کام نہ لینا۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث اس آیت کے ضمن میں آتی ہے، اور ہر وہ شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے، اس پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث کو قبول کرے، اور مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی حدیث کو ردّ نہ کرے، ورنہ اس آیت میں مذکور وعید اس کو بھی شامل ہوگی۔" (تفسیر کبیر للرازی، تحت الآیة)

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"تم بہتوں کو دیکھو گے کہ جب کوئی حدیث امام کے قول کے موافق ہوتی ہے جس کی وہ تقلید کرتا ہے، اور اس کے راوی کا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے، تو وہ کہتا ہے کہ دلیل راوی کی روایت ہے، اس کا عمل نہیں۔ اور جب راوی کا عمل اس کے امام کے قول کے موافق ہوتا ہے، اور حدیث اس کے خلاف ہوتی ہے، تو وہ کہتا ہے کہ راوی نے اپنی روایت کی مخالفت اس لیے کی ہے کہ یہ حدیث اس کے نزدیک منسوخ ہوگئی ہے، ورنہ اس کی یہ مخالفت اس کی عدالت کو ساقط کردیتی۔ اس طرح وہ لوگ اپنے کلام میں ایک ہی جگہ اور ایک ہی باب میں بدترین تناقض کے مرتکب ہوتے ہیں، لیکن ہمارا ایمان یہ ہے کہ صحیح حدیث آجانے کے بعد اُمت کے لیے اُسے چھوڑنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔" [1]

---

[1] اعلام الموقعین.

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ :

شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

"قرآن وسنت اوراجماع کے ذریعہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ نے بندوں پر اپنی اوراپنے رسول کی اطاعت کوفرض کیا ہے، اوامر ونواہی میں اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اس اُمت پر کسی کی اطاعت کوفرض نہیں کیا ہے۔ اسی لیے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے سب سے افضل انسان تھے) کہا کرتے تھے کہ میں جب تک اللہ کی اطاعت کروں، تم لوگ میری اطاعت کرو، اوراگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو۔ تمام علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، اسی لیے بہت سے ائمہ کرام نے لکھا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اورکوئی چھوڑ دی جائے گی، سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوریہی وجہ تھی کہ فقہی مذاہب کے چاروں اماموں نے لوگوں کو ہر بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔" (بحوالہ تیسیر الرحمن، ص : ۲۷۲۔۲۷۳)

کیا ان اقوال کے بعد ائمہ کرام رحمہم اللہ پر یہ بہتان لگانا درست ہے کہ یہ عظیم ہستیاں اسلامی نماز میں طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوترک کرکے اپنے اپنے طرز کی طرف بلاتے رہے ہوں گے؟ سبحان اللہ! آج لوگ ائمہ کی تقلید کو اتباع رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ترجیح دے رہے ہیں۔اورامت مسلمہ کوٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دیا ہے۔ لہٰذا یہ لوگ امت مسلمہ کے افتراق، انتشاراور باہمی جنگ وجدال کے ذمہ دار ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت کی توفیق بخشے ؎

گر نہیں تجھ میں جستجوئے حق کا ذوق و شوق
امتی کہلا کر پیغمبر کو تو رسوا نہ کر
ہے فقط توحید و سنت امن و راحت کا طریق
فتنۂ جنگ و جدل تقلید سے پیدا نہ کر

باب نمبر ا

فضائل ومسائل رمضان

روزہ کی لغوی اور اصطلاحی تعریف:

روزہ فارسی زبان کا لفظ ہے، عربی میں اسے ''صوم'' کہا جاتا ہے۔ عربی لغت کے لحاظ سے روزے کا معنی ''کسی کام سے رُک جانا'' ہے۔

اصطلاحِ شرع میں صبح صادق سے لے کر اذانِ مغرب تک مادی اعتبار سے کھانے پینے اور روحانی و دینی اعتبار سے فسق و فجور سے بچنے کا نام روزہ ہے۔

فضائل رمضان المبارک

اسلامی مہینوں میں رمضان المبارک بہت زیادہ اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔ اس ماہ مبارک کوکئی وجوہات کی بناء پر دیگر مہینوں پر فضیلت حاصل ہے۔

رمضان اور نزولِ قرآن:

رمضان المبارک کو جو سب سے بڑی فضیلت حاصل ہے، وہ اس لیے کہ اس ماہِ مبارک میں قرآنِ مجید نازل ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ : ۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

اور جس رات قرآن مجید کا نزول ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے بابرکت قرار دیا:

﴿اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۞﴾ (الدخان : ۳)

''یقیناً ہم نے اسے بابرکت رات میں نازل کیا۔''

بلکہ جس رات قرآنِ مجید نازل ہوا، اسے قدر والی رات قرار دیتے ہوئے، اس میں کی

گئی عبادت کو ہزار مہینے جو کہ تراسی سال کا عرصہ ہے، سے افضل قرار دیا:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ① وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ② لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ③ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ④ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ ⑤﴾

(القدر: ۱ تا ۵)

''یقیناً ہم نے اسے قدر والی رات میں نازل کیا، اور تجھے کیا معلوم کہ قدر والی رات کیا ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے تمام معاملات لے کر اترتے ہیں۔ یہ رات طلوعِ فجر تک سلامتی والی ہے۔''

رمضان اور تلاوتِ قرآن:

رسول اللہ ﷺ ہر قرآنِ مجید جبریل امین رمضان میں لے کر نازل ہوئے تھے، لہٰذا وہ رمضان کی ہر رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قرآن کا دورہ کیا کرتے تھے۔ یعنی ایک دوسرے سے سنتے اور سناتے تھے۔ جیسا کہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ [1]

اور جس سال رسول اللہ ﷺ رفیق اعلیٰ سے جا ملے، اس سال، رمضان میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جبریل نے قرآن مجید کا دو مرتبہ دور کیا۔ [2]

یہی وجہ ہے کہ ائمہ محدثین رحمہم اللہ کا بھی رمضان میں قرآن مجید سے تعلق زیادہ قائم ہو جاتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ رمضان المبارک کے شروع ہوتے ہی دیگر مصروفیات ترک کر کے قرآنِ مجید کی تلاوت کرتے، اور فرمایا کرتے:

''هٰذَا شَهْرُ الْقُرْاٰن لَا كَلَامَ فِيْهِ إِلَّا مَعَ الْقُرْاٰنِ .'' [3]

---

[1] تفصیل دیکھیں: صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، رقم : ٦ .

[2] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، قبل حدیث رقم : ٤٩٩٧ .

[3] رمضان ماہ غفران، ص: ۱۴۶.

''یہ قرآن کا مہینہ ہے کہ قرآن کے علاوہ دوسری کوئی بات چیت اس میں نہیں ہوگی۔''

رمضان اور نبوت محمد ﷺ:

رمضان ہی وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سر پر تاج نبوت و رسالت سجایا گیا، اور آپ کو اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور نبی ہونے کا شرف بخشا گیا۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

''رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

رمضان اور تقویٰ:

سن ۲ ہجری کو اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک ہی میں ایک عظیم عبادت مسلمانوں پر فرض قرار دی، جو کہ اسلام کے بنیادی پانچ ارکان میں سے ایک ہے، اور وہ روزہ ہے۔ روزہ انسان میں تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿يَٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾﴾ (البقرہ: ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ رکھنا فرض قرار دیا گیا ہے، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض تھا، تاکہ تم متقی اور پرہیزگار بنو۔''

رمضان اور گناہوں کا کفارہ:

ماہ رمضان کے روزے گناہوں کا کفارہ ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .))[1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الایمان، رقم: ۳۷.

''جس نے رمضان کے روزے ایمان اور ثواب کی نیت سے رکھے، اس کے پہلے سارے گناہ معاف کر دیے گئے۔''

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

((وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ .)) ❶

''ایک رمضان دوسرے رمضان تک کیے گئے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کیا جائے۔''

رمضان اور تعلق باللہ:

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعَفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا إِلَى سَبْعِ مِئَةِ ضِعْفٍ ، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: اِلَّا الصَّوْمُ فَإِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهُ مِنْ اَجْلِيْ .)) ❷

''آدم کے بیٹے کے تمام اعمال بڑھا دیے جائیں گے۔ ایک نیکی دس گنا سے سات سو تک۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: مگر روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا عطا کروں گا۔ اس نے اپنی خواہش اور کھانا میری خاطر چھوڑا تھا۔''

فائدہ:...... ''أَجْزِيْ'' لفظ کو اگر بصیغہ مجہول یعنی ''أُجْزَىْ'' پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ ''روزے کا بدلہ میں خود ہوں۔''

روزہ داروں کے لیے جنت کا خصوصی دروازہ:

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنا دیا ہے

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، رقم : ٥٥٢.

❷ صحيح بخارى، كتاب الصوم، رقم : ١٩٠٤ـ صحيح مسلم، كتاب الصيام، رقم : ١١٥١ـ المشكاة، رقم : ١٩٥٩.

جس کا نام ''باب الریان'' ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((فِیْ الْجَنَّةِ ثَمَانِیَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ یُسَمَّی الرَّیَّانُ لَا یَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ .)) ❶

''جنت میں آٹھ دروازے ہیں، ان میں سے ایک کا نام ''الریان'' ہے، جس سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔''

رمضان کی برکتوں کا خصوصی اثر:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِّحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ ، وَغُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّیَاطِیْنُ .))❷

''جب رمضان المبارک کا مہینہ داخل ہوتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

رمضان کا قیام گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہے:

رمضان المبارک کے دنوں میں اپنی خواہشات، اکل وشرب کو ترک کرکے اللہ تعالیٰ کی رضا وتقویٰ کے حصول کی خاطر جہاں روزہ رکھا جاتا ہے، وہاں اس کی راتوں کا قیام بھی شریعت نے بیان کیا اور قیام کو گناہوں کا کفارہ بتلایا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِیْمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .))❸

---

❶ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، رقم : ٣٢٥٧۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم : ١١٥٢.

❷ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم : ١٨٩٩۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، رقم: ١٠٧٩.

❸ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، رقم: ٣٧۔ صحیح مسلم، رقم : ٧٥٩.

''جس شخص نے رمضان کا قیام ایمان اور ثواب کی نیت سے کیا، اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے گئے۔''

رمضان میں اجر و ثواب میں اضافہ:

رمضان المبارک میں نیک اعمال کا اجر و ثواب بڑھ جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

((فَإِنَّ عُمْرَةً فِيْ رَمَضَانَ حَجَّةٌ .)) [1]

''یقیناً رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔''

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں: ((أَوْ حَجَّةٌ مَعِيَ .)) [2]

''یا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ثواب ہے۔''

رمضان اور رضائے الٰہی کا حصول:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حالت روزہ میں چار کام کثرت سے کرو۔ دو کام ایسے ہیں جن سے اللہ ربّ العزت کی رضا حاصل ہوتی ہے اور دو کام ایسے ہیں جن کے کیے بغیر کسی انسان کا گزارا نہیں۔

وہ دو کام جن سے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے، (۱) کثرت سے ''لَا إِلٰــهَ إِلَّا اللّٰه .'' کہنا، اور (۲) ''استغفار'' کرنا۔ اور وہ دو کام جن کے کیے بغیر کسی کا گزارا نہیں: (۱) جنت کا سوال کرنا، اور (۲) جہنم کی آگ سے پناہ مانگنا ہیں۔ [3]

مسائل رمضان المبارک

روزہ کی نیت ضروری ہے:

سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[1] صحیح بخاری، کتاب العمرة، رقم : ۱۷۸۲ ـ صحیح مسلم، رقم : ۱۲۵٦.

[2] صحیح مسلم، کتاب الحج، رقم : ۱۲۵٦/۲۲۲.

[3] مسند حمیدی: ۹۱۱/۲، رقم: ۱۸۸۷.

((مَنْ لَمْ يُجْمِعِ الصِّيَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ .)) [1]

''جس شخص نے فجر سے قبل روزہ کی نیت نہ کی تو اس کا روزہ نہیں ہے۔''

فائدہ :......نیت دل کے ارادہ کا نام ہے، جب آپ کسی کام کا قصد یا ارادہ کرتے ہیں تو گویا آپ نے اس کام کی نیت کر لی۔ زبان کا فعل اقرار کہلاتا ہے نہ کہ نیت۔

روزہ کی خودساختہ نیت "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ." رسول کریم علیہ الصلوۃ والسلام، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام رحمہم اللہ سے قطعاً ثابت نہیں۔ پس یہ عمل بدعت ہے۔

سحری کی اہمیت وفضیلت:

سیّدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تَسَحَّرُوْا وَلَوْ بِجُرْعَةٍ مِنْ مَآءٍ .)) [2]

''سحری کھاؤ اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہو۔''

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تَسَحَّرُوْا فَإِنَّ فِي السَّحُوْرِ بَرَكَةٌ .)) [3]

روزہ افطار کرنے کی دعا:

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو دعا فرماتے:

((ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ .)) [4]

---

[1] سنن ترمذی، کتاب الصوم، رقم : ۷۳۰۔ سنن ابن ماجه، رقم : ۱۷۰۰۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] موارد الظمآن، رقم: ۸۸٤۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[3] صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم : ۱۹۲۳۔ صحیح مسلم، رقم : ۱۰۹۵.

[4] سنن ابوداؤد، کتاب الصوم، رقم : ۲۳۵۷۔ مستدرك حاكم : ٤۲۲/۱۔ سنن دار قطنی : ۱۱۸۵/۲۔ حاکم وذہبی نے اسے ''صحیح'' اور دارقطنی نے اس کی اسناد کو ''حسن'' قرار دیا ہے۔

''پیاس چلی گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو جائے گا۔''

روزہ افطار کرانے کا اجر وثواب:

زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِهِ.)) [1]

''جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کرایا، یا غازی کے لیے سامانِ جہاد تیار کیا تو اس کے لیے اس جیسا اجر ہے۔''

جس کے ہاں روزہ افطار کیا جائے، اس کے لیے دُعا:

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو انھوں نے روٹی اور روغن زیتون پیش کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا دی:

((أَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ، وَأَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ.)) [2]

''روزے دار تمھارے ہاں روزہ افطار کیا کریں، نیک صالح لوگ تمہارا کھانا کھایا کریں اور فرشتے تمھیں دعائیں دیا کریں۔''

حالت روزہ میں جائز امور:

۱: مسواک کرنا۔ [3]

۲: غسل کرنا۔ [4]

---

[1] شرح السنة : ٦/٣٧٧، رقم : ١٨١٩۔ صحيح ابن حبان، رقم : ١٦١٩۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ابوداؤد، كتاب الأطعمة، رقم : ٣٨٥٤۔ سنن ابن ماجه، رقم: ١٧٤٧۔ مسند أحمد : ٣/١٣٨۔ مصنف عبد الرزاق، رقم : ٧٩٠٧۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

[3] صحيح بخاری، كتاب الصوم، باب سواك الرطب واليابس للصائم، معلقا.

[4] صحيح بخاری، باب اغتسال الصائم، معلقا.

۳: بھول کر کھا پی لینا۔ ❶

۴: پچھنا لگوانا یعنی بطور علاج جسم سے خون نکلوانا اور قے آ جانا۔ ❷

۵: کنگھی کرنا اور سر میں تیل لگانا۔ ❸

۶: سرمہ لگانا۔ ❹

۷: بھیگا ہوا کپڑا سر پر رکھنا۔ ❺

۸: ہنڈیا سے نمک وغیرہ چکھنا۔ ❻

۹: بے ساختہ حلق میں مکھی وغیرہ کا داخل ہو جانا۔ ❼

حالت روزہ میں ممنوع کام:

۱: جھوٹ اور فسق و فجور والے کام۔ ❽

۲: مبالغے سے ناک میں پانی چڑھانا۔ ❾

۳: شہوت انگیز گفتگو کرنا اور شور و غوغا۔ ❿

۴: بیوی سے بغل گیر ہونا۔ ⓫

روزہ توڑ دینے والے اُمور:

۱: جان بوجھ کر قے کرنا۔ ⓬

❶ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الصائم اذا أکل او شرب ناسیا، رقم : ۱۹۳۳.

❷ صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب الحجامة والقئی للصائم، معلقا.

❸ صحیح بخاری، باب اغتسال الصائم، معلقا. ❹ صحیح بخاری، باب اغتسال الصائم، معلقا.

❺ صحیح بخاری، باب اغتسال الصائم، معلقا. ❻ ایضاً.

❼ صحیح بخاری، باب الصائم إذا اکل او شرب ناسیا، معلقا.

❽ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم : ۱۹۰۳.

❾ سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، رقم : ۲۳۶۶۔ محدث البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❿ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم : ۱۹۰۴.

⓫ سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، رقم : ۳۳۸۷۔ محدث البانی نے اسے ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

⓬ سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، رقم : ۲۳۸۱۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

۲: جان بوجھ کر کھانا پینا۔ ❶

۳: جماع کرنا۔ ❷

۴: حیض ونفاس۔ ❸

روزے کی رخصت والے امور:

۱: بیماری۔ ❹

۲: سفر۔ ❺

۳: حمل۔ ❻

۴: دودھ پلانا۔ ❼

۵: وہ بوڑھا آدمی جو ضعف کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکے۔ ❽

اعتکاف:

اعتکاف عبادت ہے۔ آپ ﷺ رمضان المبارک میں ہمیشہ اعتکاف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر دیا۔ پھر آپ ﷺ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی تھیں۔ ❾

معتکف میں کب بیٹھا جائے:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ فرماتے تو

❶ صحیح بخاری، کتاب الصوم، رقم : ۱۹۳۳.

❷ صحیح بخاری، باب إذا جامع فی رمضان، رقم : ۱۹۳۵.

❸ صحیح بخاری، کتاب الحیض، رقم : ۳۰۴. ❹ سورة البقرة : ۱۸۵.

❺ سورة البقرة : ۱۸۴۔ صحیح بخاری، باب الصوم فی السفر والإفطار، رقم : ۱۹۴۳.

❻ سنن ابو داؤد، کتاب الصیام، رقم : ۲۴۰۸۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❼ ایضاً.

❽ سنن دار قطنی : ۲/ ۲۰۵۔ شرح السنة : ۵/۳۱۵۔ منتقی ابن الجارود، رقم : ۳۸۱.

❾ صحیح بخاری، ابواب الإعتکاف، رقم : ۲۰۲۶.

فجر کی نماز پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہوتے۔

لیلۃ القدر کا قیام:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ .)) [2]

''جس شخص نے شب قدر کا قیام ایمان وثواب سمجھ کر کیا، اس کے سابقہ گناہ معاف کردیے گئے۔''

شب قدر کی تلاش:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔'' [3]

فائدہ :...... طاق راتیں، اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں اور انتیسویں ہیں۔ تلاش کرنے کا مطلب ہے کہ ان راتوں کو قیام، تلاوت قرآن، تسبیحات اور استغفار کے ساتھ گزارا جائے۔ یادرہے کہ لیلۃ القدر ستائیسویں شب کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں عبادت کی جس قدر محنت وکوشش کرتے وہ اس کے علاوہ کسی وقت میں نہیں کرتے تھے۔ [4]

شب قدر کی دعا:

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر مجھے لیلۃ القدر کا پتا چل جائے، تو میں اس میں کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا، تم یہ دعا کرو:

---

[1] سنن ابوداؤد، باب الإعتكاف، رقم : ٢٤٦٤۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، کتاب فضل ليلة القدر، رقم : ٢٠١٤.

[3] صحیح بخاری، کتاب فضل ليلة القدر، رقم : ٢٠١٧.

[4] صحیح مسلم، رقم : ١١٧٥.

((اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ .)) ❶

''اے میرے اللہ! یقیناً تو معاف کرنے والا ہے، اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ پس تو مجھے معاف کردے۔''



---

❶ سنن ترمذی، کتاب الدعوات، رقم : ۳۵۱۳۔ سنن ابن ماجه، رقم : ۳۸۵۰۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

باب نمبر۲

مسنون رکعات تراویح

لفظ تراویح علما محدثین کے ہاں ایک اصطلاحی نام ہے۔ احادیث رسول ﷺ میں اس کے لیے ''قیام رمضان، صلوۃ فی رمضان، قیام اللیل، صلاۃ التہجد اور صلوٰۃ اللیل'' وغیرہ ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ اس نماز تراویح کا نبی مکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ تین دن قیام کیا تھا۔ یہ بات احناف کے ہاں بھی مسلم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذوق دیکھا کہ وہ کثرت کے ساتھ اس نماز میں شریک ہو رہے ہیں، تو آپ نے جماعت کو ترک کر دیا اور ارشاد فرمایا:

((خَشِيْتُ اَنْ تُكْتَبَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ)) [1]

''مجھے تم پر ''صلاۃ اللیل'' کی فرضیت کا ڈر ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے:

((وَلٰكِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تُفْرَضَ عَلَيْكُمْ صَلَاةُ اللَّيْلِ فَتَعْجِزُوْ عَنْهَا)) [2]

''میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کہیں تم پر صلاۃ اللیل فرض نہ ہو جائے، اور تم اس کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاؤ۔''

علامہ طحاوی حنفی رحمہ اللہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب اذا کان بین الامام وبین القوم حائط او سترة، رقم: ۷۲۹.

[2] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب الترغیب فی قیام رمضان وھو التراویح، رقم: ۷٦۱/۱۷۸۔ صحیح ابن خزیمه، رقم: ۲۲۰۷.

((خَشِيْتُ اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ قِيَامُ اللَّيْلِ)) ❶

''مجھے تم پر ''قیام اللیل'' کے فرض ہونے کا خدشہ ہے۔''

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں یہ الفاظ روایت کرتے ہیں کہ:

((مخافة أَنْ يُفْتَرَضَ عَلَيْكُمْ قِيَامُ هَذَا الشَّهْرِ)) ❷

''تم پر اس ماہ، یعنی رمضان کے قیام کی فرضیت کے خوف سے چھوڑ رہا ہوں۔''

قارئین کرام! مذکورہ بالا روایات میں غور فرمائیں کہ ان میں نماز تراویح کے لیے ''صلاۃ اللیل، قیام اللیل'' وغیرہ جیسے الفاظ ہی استعمال ہوئے ہیں۔ پس قیام اللیل کی تعداد میں مروی تمام صحیح احادیث نبویہ تعدادِ تراویح پر دلالت کناں ہیں۔

محدثین نے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی حدیث پر ''قیام رمضان اور صلاۃ التراویح'' کے ابواب باندھے ہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں ''كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان'' کے تحت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث ذکر کرکے واضح کر دیا کہ اس کا تعلق نمازِ تراویح کے ساتھ ہے۔ ایسے ہی امام بیہقی نے اپنی سنن (۲/ ٤٩٥، ٤٩٦) پر ''باب ما روى في عدد ركعات القيام في شهر رمضان'' اور (امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد) محمد حسن الشیبانی نے اپنی مؤطا میں (ص:۱۴۱) پر ''باب قيام شهر رمضان وما فيه في الفضل'' قائم کیا ہے۔

چنانچہ مولانا انور شاہ کاشمیری دیوبندی لکھتے ہیں:

((وَلَا مَنَاصَ مِنْ تَسْلِيْمِ أَنَّ التَّرَاوِيْحَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَتْ ثَمَانِيَةَ رَكْعَاتٍ وَلَمْ يُثْبُتْ فِيْ رِوَايَةٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ اَنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَلَّى التَّرَاوِيْحَ وَالتَّهَجُّدَ عَلَى حِدَةٍ فِيْ رَمَضَانَ .)) ❸

''یہ تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تراویح آٹھ رکعات تھیں۔

---

❶ شرح معاني الآثار للطحاوي، كتاب الصلوة، باب القيام في شهر رمضان هل هو في المنازل أفضل أم مع الامام: ١/ ٢٤٢.

❷ مسند احمد: ٦/ ١٨٣، رقم: ٢٤٩٦٨. ❸ العرف الشذي: ١/ ١٦٦.

اور کسی روایت سے ثابت نہیں کہ آپ نے تراویح اور تہجد کو رمضان میں علیحدہ علیحدہ پڑھا ہو۔''

اور فیض الباری (۴۲۰/۲) میں فرماتے ہیں: کہ میرے نزدیک مختار یہ ہے کہ دونوں ایک ہی نماز ہے۔

ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:

''یہ صحیح بخاری ومسلم کی روایت ہے اور صحیح احادیث سے نبی کریم ﷺ کی نماز تراویح آٹھ رکعات ثابت ہے، اور سنن الکبریٰ میں بیس رکعات والی روایت ضعیف سند کے ساتھ ابوشیبہ سے آئی ہے، جو کہ باتفاق ضعیف ہے......'' [1]

مولانا عبدالحق دہلوی اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ تحقیق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی رمضان میں نماز وہی گیارہ رکعات ہی تھیں کہ جو عام حالات میں ہمیشہ تہجد کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ [2]

باقی فرقہ دیوبندی قاسم نانوتوی دیوبندی حیاتی، ماتریدی، اشعری صاحب لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے جو گیارہ رکعات مع وتر ثابت ہیں، وہ بیس سے زیادہ معتبر ہیں۔ [3]

پس اگر تہجد اور تراویح علیحدہ علیحدہ دو نمازیں ہوتیں تو رمضان میں ان کے الگ الگ پڑھنے کا آپ ﷺ سے کوئی ثبوت ملنا چاہیے تھا۔ جبکہ ایسا قطعی نہیں ہے۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ جو گیارہ رکعات عام دنوں میں تہجد کے طور پر پڑھتے تھے، وہی گیارہ رکعات رمضان میں بطور تراویح کے ادا کرتے تھے۔ فرق ان کے اوقات کا اور قیام میں طوالت کا تھا۔ ابوداؤد وغیرہ میں روایت موجود ہے کہ جس میں آپ ﷺ کے تین راتوں میں جماعت کرانے کا تذکرہ ہے، اس میں یہ دلیل موجود ہے کہ آپ نے اسی نمازِ

---

[1] العرف الشذی: ۱۰۱/۱.

[2] تراویح کا مقدمه حنفی فقهاء کی عدالت میں، ص: ۱٦.

[3] لطائف قاسمیه، مکتوب سوئم، ص: ۱۸۔ تراویح کا مقدمہ حنفی فقہاء کی عدالت میں، ص: ۱٦.

تراویح کو رات کے تین حصوں میں پڑھا اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے اخیر رات تک اپنے عمل سے بتا دیا جس میں تہجد کا وقت آ گیا۔ یہی بات مولوی عبدالحی لکھنوی حنفی نے اپنے فتاویٰ اُردو (۱/ ۴۲۹) پر رقم کی ہے۔

قیام اللیل کی فضیلت:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَا تَقَدَّمُ مِنْ ذَنْبِهِ .)) ❶

''جس شخص نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے۔''

سیّدنا عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَأَيْتَ إِنْ شَهِدْتُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَصَلَّيْتُ الْخَمْسَ، وَأَدَّيْتُ الزَّكٰوةَ، وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَقُمْتُهُ فَمِمَّنْ أَنَا؟ قَالَ: مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ .)) ❷

''ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اُس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! آپ مجھے بتائیں گے کہ اگر میں اس بات کی گواہی دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں، اور میں پانچ نمازیں ادا کروں، زکوٰۃ دوں، رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔''

مذکورہ بالا احادیث سے پتا چلا کہ قیامِ رمضان کی بہت زیادہ فضیلت ہے کہ اللہ تعالیٰ سابقہ گناہ معاف کر کے اپنے نیک بندوں، صدیقین اور شہداء میں اٹھائے گا۔

---

❶ صحیح بخاری، کتاب صلاۃ التراویح، رقم: ۲۰۰۹.

❷ مسند بزار: ۱/ ۲۲، رقم: ۲۵۔ موارد الظمآن، رقم: ۱۹۔ ابن حبان نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

نمازِ تراویح کا وقت:

نمازِ تراویح کا وقت، نمازِ عشاء سے فارغ ہونے کے بعد سے لے کر فجر تک ہے، کسی بھی وقت میں ادا کی جاسکتی ہے۔ بہتر ہے کہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ جو شخص امام کے ساتھ تراویح پڑھتا ہے، اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اِنَّ الرَّجُلَ اِذَا صَلَّى مَعَ الْاِمَامِ حَتّٰى يَنْصَرِفَ حُسِبَ لَهٗ قِيَامُ لَيْلَةٍ .)) [1]

''جو شخص امام کے ساتھ تراویح پڑھتا ہے تو اس کے لیے پوری رات کے قیام کا اجر وثواب شمار کیا جاتا ہے۔''

تعدادِ رکعات تراویح:

نمازِ تراویح گیارہ رکعات تین وتر کے ساتھ مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا عام معمول یہی تھا۔ اجلہ علماء احناف کا بھی یہی موقف ہے۔ جیسا کہ دلائل سے واضح ہورہا ہے۔ جو شخص عبادت کو زیادہ وقت دینا چاہے اس کے لیے ہے کہ نمازِ تراویح میں قیام کو جتنا بھی دراز کرسکتا ہو کرے۔ رکوع وسجود اور جلسے میں جتنی زیادہ تسبیحیں اور دعائیں پڑھ سکتا ہو پڑھے۔ سیّدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ کے قیام اللیل سے متعلق پوچھنے والے سے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے قیام کی چار رکعتوں کے حسن وطول کا کچھ حال نہ پوچھ یعنی مجھ سے بیان نہیں ہوسکتا۔'' [2]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: ''ہم عہد عمر رضی اللہ عنہ میں قیام اتنا لمبا کرتے کہ لاٹھیوں پر ٹیک لگانا پڑتی۔'' [3]

تراویح میں پڑھنے کے لیے اگر قرآن زیادہ یاد نہ ہو تو سورۃ اخلاص کی کثرت سے ہی قیام کی درازی کو پورا کرلیا کریں۔ اگر اُمت کی مغفرت کی غرض سے نبی اکرم ﷺ نے

[1] سنن ابوداؤد، کتاب الصیام، رقم: ۱۳۷۵۔ محدث البانی نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] صحیح بخاری، رقم: ۱۱۴۷۔ [3] مؤطا، کتاب الصلاۃ فی رمضان، رقم: ۴۔

ایک ہی آیت کو قیام اللیل میں بار بار پڑھتے ہوئے صبح کر دی، تو آپ سورۃ اخلاص کو ہی اخلاص کے ساتھ حسب طاقت ہر ہر رکعت میں پڑھ کر اپنے اللہ کو راضی کریں اور قیام، رکوع وسجود کو لمبا کر کے نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل کریں۔ نہ کہ رکعات کی تعداد بڑھا کر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت مول لیں۔

دلیل نمبر ۱:......سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُصَلِّىْ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاةِ الْعِشَاءِ وَهِيَ الَّتِيْ يَدْعُوْ النَّاسُ الْعَتَمَةَ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً ، يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ عشا کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعات پڑھتے تھے، اور ہر دو رکعت میں سلام پھیرتے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔ عشاء کی نماز کو لوگ ''عتمہ'' بھی کہتے ہیں۔''

فائدہ:...... اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کے قیام اللیل کی تعداد گیارہ رکعات تھی۔

دلیل نمبر ۲:......ابوسلمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، اور ان سے رسول اللہ ﷺ کی رمضان المبارک کے مہینے میں نماز کے متعلق سوال کیا، تو انہوں نے فرمایا:

((كَانَتْ صَلَاتُهُ ثَلَاثَةَ عَشَرَ رَكْعَةً مِنْهَا رَكْعَتَا الْفَجْرِ)) [2]

''آپ کی نماز ۱۳ رکعات تھی، اور ان میں سے دو فجر کی رکعتیں تھیں''

فائدہ:......یعنی تراویح آپ گیارہ رکعات پڑھا کرتے تھے۔ اس صحیح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ رمضان المبارک میں آپ کا قیام گیارہ رکعت تھا، اور قیام رمضان کا معنی حنفی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل، رقم: ۷۳۶/۱۱۲.

[2] صحیح ابن خزیمہ: ۳/۳٤۱، رقم: ۲۲۱۳۔ ابن خزیمہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

حضرات بھی تراویح ہی کرتے ہیں۔

دلیل نمبر ۳ :......ابوسلمہ نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ رمضان میں رات کی نماز کیسے پڑھتے تھے؟ تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((مَاكَانَ يَزِيدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَافِيْ غَيْرِهِ عَلَى إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً .)) [1]

''رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔''

ملاحظہ ہو :......اس حدیث مبارکہ کو محدثین کرام رحمہم اللہ نے ''قیام رمضان'' کے باب میں بیان کیا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث کا تعلق ''نمازِ تراویح'' سے ہے۔ یاد رہے کہ سائل نے رمضان المبارک کی راتوں کو ادا کی جانے والی نماز کے بارے میں سوال کیا تو سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے انہیں رمضان المبارک کے متعلق بھی جواب دیا اور ساتھ افادہ زائدہ کے طور پر غیر رمضان کے متعلق بھی بتایا کہ غیر رمضان میں بھی نبی کریم ﷺ گیارہ رکعات ادا کرتے تھے، جو نماز عشاء کے بعد سے لے کر نماز فجر تک ادا کرتے تھے۔ مزید تفصیل دیکھیں:

(۱) موطا امام محمد (شاگرد امام ابوحنیفه)، باب قیام شهر رمضان ومافيه من الفضل، ص:۱۴۲، طبع قديمی كتب خانه، كراچی .

(۲) صحيح البخاری، كتاب صلاة التراويح، رقم:۲۰۳۱۔ فتح الباری:۴/ ۲۵۰ .

(۳) سنن الكبری، للبيهقی، باب ماروي فی عدد ركعات القيام فی شهر رمضان: ۲/ ۴۹۵ ـ۴۹۶ .

---

[1] صحيح البخاری، كتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، رقم: ۲۰۱۳۔ صحيح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبی ﷺ فی الليل ......، رقم: ۷۳۸/۱۲۵۔ موطا امام محمد، ص: ۱۴۲.

(٤) نصب الرایه از علامه زیلعی حنفی ، فصل فی قیام شهر رمضان: ٢/ ١٥٣ .

(٥) فتح القدیر شرح هدایة از علامه ابن همام حنفی ، فصل فی قیام رمضان:١/ ٤٠٧ .

(٦) البحر الرائق شرح کنز الدقائق از ابن نجیم حنفی: ٢/ ٦٦ ، ٦٧ .

(٧) علامہ نیموی حنفی نے "آثار السنن ، باب التراویح بثمان رکعات ، ص:٣٩٨" پر درج کر کے تسلیم کیا ہے کہ اس حدیث کا تعلق تراویح کے ساتھ ہے۔

دلیل نمبر ٤ ......اس مسئلہ کی تائید سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ:

((صَلَّى بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ رَمَضَانَ ثَمَان رَكَعَاتٍ وَالْوِتْرَ ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْقَابِلَةِ اجْتَمَعْنَا فِي الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا أَنْ يَخْرُجَ إِلَيْنَا فَلَمْ نَزَلْ فِي الْمَسْجِدِ حَتَّى أَصْبَحْنَا فَدَخَلْنَا عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقُلْنَا لَهُ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! رَجَوْنَا أَنْ تَخْرُجَ عَلَيْنَا فَتُصَلِّيَ بِنَا فَقَالَ:كَرِهْتُ أَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمُ الْوِتْرُ)) [1]

"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان المبارک میں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے، اگلی رات ہم مسجد میں جمع ہوئے اور امید تھی کہ آپ ہمارے پاس آئیں گے۔ ہم صبح تک مسجد میں رہے۔ پھر ہم نے رسول اللہ کے پاس جا کر عرض کی، یا رسول اللہ ! ہمیں امید تھی کہ آپ آ کر ہمیں نماز پڑھائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ناپسند کیا کہ کہیں تم پر صلوٰۃ الوتر فرض نہ ہو جائے۔"

---

[1] صحیح ابن خزیمه : ٢/ ١٣٨، رقم: ١٠٧٠ ـ صحیح ابن حبان: ٥/ ١٦٢، ١٦٣ ـ قیام اللیل، ص: ٢٥٢ ـ معجم الاوسط: ٥/ ١٦٨ ـ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اسے "صحیح" کہا ہے۔

فائدہ:...... اس حدیث سے جہاں آٹھ رکعات تراویح ثابت ہوئیں، وہاں یہ بھی معلوم ہوا کہ رات کی اس نماز کو ''صلوۃ الوتر'' بھی کہتے ہیں۔ اس حدیث کی سند میں ''عیسی بن جاریہ'' پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ لیکن عیسیٰ بن جاریہ جمہور علماء و محدثین کے نزدیک ثقہ یا کم از کم صدوق یعنی حسن الحدیث ہے۔

دلیل نمبر ۵......سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا۔ یا رسول اللہ! میرے گھر کی عورتوں نے رمضان کی رات مجھ سے کہا: ہم قرآن نہیں جانتی، ہم آپ کے ساتھ نماز پڑھیں گی:

((فَصَلَّيْتُ بِهِنَّ ثَمَانَ رَكَعَاتٍ وَتَرْتُ فَكَانَ شَبْهَ الرِّضَا وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا.)) [1]

''میں نے انہیں آٹھ رکعات اور وتر پڑھائے۔ آپ نے اس پر کچھ نہیں کہا، یعنی اظہار رضامندی فرمایا۔''

فائدہ:...... یاد رہے کہ کسی کام کو سن کر یا دیکھ کر، اس پر خاموشی اختیار کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریری سنت کہلاتی ہے۔

علمائے احناف کی طرف سے گیارہ رکعات کا اعتراف:

(۱)...... جناب ابوالخلاق الحسن بن عمار شرنبلالی حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ) رقم طراز ہیں ''جب یہی بات ثابت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت گیارہ رکعات مع الوتر پڑھائی پھر اس کی سنّیت سے انحراف یقیناً نبوت سے دائمی عداوت کی دلیل ہے۔ [2]

(۲)...... امام ابوحنیفہ کے شاگرد محمد بن حسن الشیبانی اپنے مؤطا باب التراویح (ص:۹۳) میں سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری و مسلم میں موجود گیارہ رکعات مع الوتر والی روایت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: کہ ہمارا بھی اس گیارہ رکعات مع الوتر والی

[1] مسند أبی یعلی: ۳/۳۳۶، رقم: ۱۸۰۱۔ مجمع الزوائد: ۲/۷۷۔ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس حدیث کی سند حسن ہے۔

[2] مراقی الفلاح شرح نور الإیضاح، ص: ۶۰۶.

حدیث پر ہی عمل ہے۔

(۳)...... ملا علی قاری حنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ مسئلہ تراویح میں حقیقت یہی ہے کہ گیارہ رکعات مع الوتر ہی مسنون ہیں۔ جن کا اہتمام رسول اللہ ﷺ نے باجماعت کیا تھا۔ ❶

ملاّ علی قاری دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''اس سب کا حاصل یہ ہے کہ قیام رمضان گیارہ رکعات مع الوتر جماعت کے ساتھ سنت ہے۔ یہ آپ ﷺ کا عمل ہے۔'' ❷

(۴)...... ابن الھمام حنفی (متوفی ۸۶۱ھ) رقم طراز ہیں:

''اس سب کا حاصل یہ ہے کہ قیام رمضان گیارہ رکعات مع الوتر جماعت کے ساتھ سنت ہے۔'' ❸

(۵)...... عبدالحی لکھنوی حنفی ۱۳۰۴ھ رقمطراز ہیں:

''آپ نے تراویح دو طرح ادا کی ہے۔

(۱) بیس رکعت بے جماعت ...... اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

(۲) آٹھ رکعتیں اور تین رکعات وتر باجماعت ......'' ❹

(۶)...... عبدالشکور حنفی متوفی ۱۳۸۱ھ رقمطراز ہیں: ''کہ اگر چہ نبی ﷺ سے آٹھ رکعات تراویح مسنون ہے، اور ایک ضعیف روایت میں ابن عباس سے بیس رکعات بھی......'' ❺

(۷)...... سیّد احمد طحطاوی حنفی (متوفی ۱۲۳۳ھ) لکھتے ہیں:

"لأن النبی علیه الصلوٰة والسلام لم یصلها عشرین، بل ثمانی ."❻

''کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیس (رکعات) نہیں پڑھیں بلکہ آٹھ پڑھی ہیں۔''

---

❶ مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۱/۱۸۲.
❷ مرقاۃ: ۲/۳۸۲.
❸ فتح القدیر، باب النوافل: ۱/۴٦٠.
❹ مجموعه فتاویٰ عبدالحی: ۱/۳۳۱-۳۳۲.
❺ علم الفقه، ص: ۱۹۸، حاشیه.
❻ حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار: ۱/۲۹۵.

(۸)......محمد یوسف بنوری دیوبندی (متوفی ۱۳۹۷ھ) نے کہا ہے:

"فلا بد من تسليم أنه ﷺ صلى التراويح أيضا ثماني ركعات." ❶

''پس یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے آٹھ رکعات تراویح بھی پڑھی ہیں۔''

امام ابوحنیفہ، قاضی ابویوسف، اور امام محمد سے بسند صحیح یہ قطعی ثابت نہیں ہے کہ بیس رکعات تراویح سنت رسول ﷺ ہیں۔ اور ساتھ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گیارہ رکعات پڑھنے کا حکم مؤطا امام مالک میں بسند صحیح موجود ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے مختلف عرب ممالک اور غیر عرب ممالک میں حنفی، شافعی، مالکی، اور حنبلی لوگ گیارہ رکعات ہی پڑھتے ہیں۔ اور پاکستانی حنفی علماء نے اقرار کرنا شروع کر دیا، اور کچھ عوام الناس میں سے بھی گیارہ رکعات پڑھنا شروع ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علی ذلک!

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گیارہ رکعات کا حکم:

دلیل نمبر ٦......امام مالک، محمد بن یوسف سے، وہ سائب بن یزید سے بیان کرتے ہیں کہ:

((أَمَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أُبَيَّ بْنَ كَعْبٍ وَتَمِيْمًا الدَّارِيَ رضي الله عنهما أَنْ يَقُوْمَا لِلنَّاسِ بِإِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً)) ❷

''سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔''

---

❶ معارف السنن : ٥/٥٤٣.

❷ مؤطا امام مالك، كتاب الصلاة فی رمضان: ١/١١٤۔ سنن الكبرىٰ، للبيهقى: ٢/٤٩٦۔ طحاوی: ١/١٩٣۔ معرفة السنن والآثار: ٢/٣٧٦ ۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ حنفی لکھتے ہیں: "اسناده صحيح" ''اس (حدیث) کی سند صحیح ہے۔'' آثار السنن، ص: ٣٩٢ .

دلیل نمبر ۷ ......امام ابوبکر بن ابی شیبہ بواسطہ یحییٰ بن سعید از محمد بن یوسف، از سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((أَنَّ عُمَرَ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى أُبَيٍّ وَتَمِيمٍ فَكَانَا يُصَلِّيَانِ إِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً)) [1]

''سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اُبی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما پر جمع کیا وہ دونوں گیارہ رکعات پڑھاتے تھے۔''

فائدہ:...... اسی حدیث کو امام ابو زید عمر بن شبّہ النمیر ی البصری، یحییٰ بن سعید کے واسطے سے اپنی کتاب ''تاریخ المدینة المنورة'' (۱۳۱۷) پر لائے ہیں۔ اس روایت کی سند بھی انتہاء درجہ کی صحیح ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں گیارہ رکعات کا ثبوت:

دلیل نمبر ۸ ......امام سعید بن منصور، از عبدالعزیز بن محمد، از محمد بن یوسف، از سائب بن یزید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كُنَّا نَقُومُ فِي زَمَانِ عُمَرَبْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ بِإِحْدَى عَشَرَةَ رَكْعَةً)) [2]

''ہم عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ۱۱ رکعات پڑھتے تھے۔''

فائدہ:......ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل بھی گیارہ رکعات تھا، اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا حکم بھی یہی تھا۔ اسی کے مطابق سیدنا اُبی بن کعب اور سیدنا تمیم الداری رضی اللہ عنہما نے گیارہ رکعات تراویح پڑھائیں، اوران کے پیچھے پڑھنے والوں نے

---

[1] مصنف ابن ابی شیبه: ۲/ ۳۹۲.

[2] التعليق الحسن على آثار السنن، ص: ۳۹۲۔ الحاوی فی الفتاوی ۱/ ۳۴۹، ۳۵۰۔ امام سیوطی رحمہ اللہ اس سند کے بارہ میں فرماتے ہیں: ''وفی مصنف سعید بن منصور بسند فی غاية الصحة'' ''یہ روایت بہت صحیح سند کے ساتھ مروی ہے۔''

بھی اس پرعمل کیا۔ پس معلوم ہوا کہ اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم بھی گیارہ رکعات پر تھا۔ کسی بھی صحیح حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات پڑھنے کا عمل یا حکم موجود نہیں ہے۔

نوٹ:...... یادرہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، ابی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے بیس (۲۰) رکعات قیام اللیل کی تمام روایات سنداً ضعیف ہیں، بلکہ بعض تو موضوع درجہ کی روایات ہیں۔ ذیل کی سطور میں ہم چند ایسی روایات اور ان کی تحقیق پیش کردیتے ہیں کہ جن سے بیس رکعات تراویح سنت نبویہ ہونے کی دلیل پکڑی جاتی ہے۔

بیس رکعت تراویح سنت ہونے کی دلیل اوراس کے جوابات:

دلیل نمبر ۱ ......سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ماہِ رمضان میں بیس رکعت (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے۔'' [1]

جواب: ......اس حدیث میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ہے۔ جس کے بارے میں علامہ زیلعی فرماتے ہیں: "قال احمد: منکر الحدیث" ''امام احمد نے کہا یہ منکر الحدیث ہے۔'' [2]

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسے شعبہ نے کذاب کہا ہے، اور احمد، ابن معین، بخاری اور نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے، اور ابن عدی نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں اس حدیث کو اس کی منکر روایات میں ذکر کیا ہے۔'' [3]

ابن ہمام حنفی نے فتح القدیر (۱/۳۳۳) اور عبدالحی لکھنوی نے اپنے فتاویٰ (۱/۳۵۴) میں اس حدیث پر جرح کی ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیری دیوبندی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اور جو بیس رکعت ہیں، تو وہ آپ علیہ السلام سے بسند ضعیف مروی ہیں، اور اس کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔'' [4]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۳۹٤.
[2] نصب الرایۃ: ۱/۵۳.
[3] عمدۃ القاری: ۱/۱۲۸.
[4] العرف الشذی: ۱/۱٦٦.

علامہ سیوطی نے اس حدیث کے راوی پر شدید جرح کی ہے، اور کہا کہ ؛

((هٰذَا حَدِيْثٌ ضَعِيفٌ جِدًّا لَا تَقُوْمُ بِهٖ حُجَّةٌ .)) ❶

''یہ حدیث سخت ضعیف ہے اس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔''

بانی تبلیغی جماعت جناب زکریا صاحب اوجز المسالک شرح مؤطا امام مالک (۳۰۴/۲) میں فرماتے ہیں: ''کہ یقیناً محدثین کے اصولوں کے مطابق بیس رکعات نماز تراویح نبی کریم ﷺ سے مرفوعاً ثابت نہیں۔ بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ والی روایت محدثین کے اصولوں کے مطابق مجروح ہے، ثابت نہیں۔''

دلیل نمبر ۲ ...... یزید بن رومان سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں، کہ ''لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان میں ۲۳ رکعت پڑھتے تھے۔'' ❷

جواب:...... یہ روایت منقطع ہے۔ جیسا کہ علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری (۱۱/ ۱۲۷۔ طبع دارالفکر) میں تصریح کی ہے۔ ''وَيَزِيْدُ لَمْ يُدْرِكْ عُمَرَ فَيَكُوْنُ مُنْقَطِعًا . ''

''اس روایت کے راوی یزید کی عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں، اس لیے یہ روایت منقطع ہے۔''

علامہ نیموی حنفی نے بھی لکھا ہے کہ ''یزید بن رومان نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔'' ❸

دلیل نمبر ۳ ...... یحییٰ بن سعید سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔ ❹

جواب :...... حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری مدنی ثقہ، ثبت اور طبقہ خامسہ سے ہے۔ ❺

فائدہ :...... یاد رہے کہ اس طبقہ کی عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیموی حنفی فرماتے ہیں: ''یحییٰ بن سعید کی عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہے۔'' ❻

---

❶ الحاوی: ۳٤۷/۱. ❷ مؤطا امام مالك : ۱٥/۱.

❸ آثار السنن، حاشیه، ص: ۲٥۳. ❹ مصنف ابن ابی شیبه.

❺ تقریب، ص : ۳۹۱. ❻ بحواله تحفة الاحوذی: ۷٥/۲.

فائدہ :......علامہ نیموی تعلیق آثارالسنن میں فرماتے ہیں:

''آپ پر مخفی نہ رہے کہ سائب بن یزید کی بیس رکعت والی روایت کو بعض علماء نے ان الفاظ سے ذکر کیا ہے کہ لوگ عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کے عہد مبارک میں بھی اس کی مثل، پھر بیہقی کا حوالہ دیا۔ لیکن اس کا یہ قول کہ عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں بھی اس کی مثل مدرج قول ہے۔ امام بیہقی کی تصنیفات میں نہیں پایا جاتا۔'' ❶

دلیل نمبر ٤ ......ابوعبدالرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا، پھر ان سے ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے، اور آپ خود علی رضی اللہ عنہ ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ ❷

جواب :...... یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ''حماد بن شعیب'' ہے، جسے ابن معین، نسائی اور ابوزرعہ، وغیرہم نے ضعیف کہا۔ امام بخاری نے ''منکر الحدیث...... ترکوا حدیثه'' کہا۔ ❸

اور اس میں دوسرا راوی ''عطاء بن السائب'' مختلط ہے۔ زیلعی حنفی نے کہا ہے ''لیکن اسے آخر میں اختلاط ہوگیا تھا، اور تمام جنھوں نے اس سے روایت کی ہے، اختلاط کے بعد کی ہے سوائے شعبہ اور سفیان کے۔'' ❹

دلیل نمبر ٥ ......ابوالحسناء فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو پانچ تراویح بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا، اور اس سند میں ضعف ہے۔'' ❺

جواب :...... یہ سند بھی ضعیف ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بذات خود ہی اس مذکور بالا اثر نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ اس سند میں ضعف ہے۔

مزید برآں ابوالحسناء مجہول ہے۔ ❻

---

❶ بحواله تحفة الأحوذي: ٢/٧٦.
❷ السنن الكبرى، للبيهقي: ٢/٤٩٦.
❸ لسان الميزان: ٢/٣٨٤.
❹ نصب الراية: ٣/٥٨.
❺ السنن الكبرى، للبيهقي: ٢/٤٩٧.
❻ تقريب التهذيب.

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: وہ غیر معروف ہے۔ ❶

علامہ نیموی نے بھی کہا ہے: ”وَھُوَ لَا یُعْرَفُ“ ❷

دلیل نمبر ٦ ......اعمش فرماتے ہیں: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس تراویح پڑھاتے تھے۔ ❸

جواب:...... یہ سند بھی منقطع ہے۔ ❹ اوراس کی سند میں ”حفص بن غیاث عن الاعمش“ ہے۔ پس حفص بن غیاث مدلس ہے، اور صیغہ عن سے روایت کر رہا ہے۔

دلیل نمبر ٧ ......حرم مکی میں بھی بیس رکعت تراویح ہی پڑھی جاتی ہے۔ لٰہذا تراویح بیس رکعات مسنون ہے۔

جواب:...... (۱) حرم مکی میں پڑھانے والے ائمہ خود گیارہ رکعات ہی پڑھتے ہیں، کیونکہ بیس رکعات ایک امام کے بجائے دو پڑھاتے ہیں۔

(۲) حرم مکی اور مدنی کے ائمہ گیارہ رکعات مسنون ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں نہ کہ بیس رکعات کا۔

(۳) دنیا کے مختلف ممالک سے آنے والے لوگوں کی کثیر تعداد کی سہولت کے خاطر بیس رکعات کا اہتمام کیا گیا ہے نہ کہ بیس کو سنت سمجھ کر۔

(۴) حرم مکی اور مدنی کو بنیاد بنا کر بیس کا فتویٰ دینے والے لوگوں کو یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ وہاں کے ائمہ سینے پر ہاتھ باندھنا، رفع الیدین، فاتحہ خلف الامام اور آمین بالجہر ایسی بیس سنتوں کا اہتمام کرتے ہیں جن کہ قائلین بیس منکر ہیں۔

(۵) یہاں کے لوگ تو ان ائمہ کے پیچھے نماز کو جائز قرار نہیں دیتے، پھر ان کو بنیاد بنا کر بیس کا فتویٰ کیوں دیتے ہیں۔

---

❶ میزان الإعتدال: ٤/٥١٥. ❷ حاشیہ آثار السنن، ص: ٢٥٥.

❸ مصنف عبد الرزاق، رقم: ٧٧٤١۔ مصنف ابن ابی شیبہ: ٢/٣٩٤۔ معجم کبیر، للطبرانی، رقم: ٩٥٨٨۔ قیام اللیل، للمروزی، ص: ١٠.

❹ عمدة القاری: ١١/١٢٧.

(۶) شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام جن پر قرآن کریم کی آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾(المائدہ: ۳) نازل ہوئی اور دین مکمل ہو گیا، ان کی سنت مبارکہ سے گیارہ رکعات ہی ثابت ہیں۔ پس بیس رکعات کو سنت قرار دینا دین میں اضافہ کے مترادف ہے۔

چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس نے اسلام میں کوئی بدعت ایجاد کی اور اس کو وہ نیکی خیال کرتا ہے، تو تحقیق اس نے یہ گمان کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت میں خیانت کی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے:

﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج کے دن میں نے تم پر تمہارا دین مکمل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت کو مکمل کر دیا اور تمھارے لیے دین اسلام پسند کیا ہے۔'' ❶

وفی ھذا کفایة لمن له درایة!

نمازِ وتر:

رکعات کی تعداد:

۱۔ایک وتر۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صرف ایک وتر پڑھا، اور آپ نے فرمایا: ''أَيْ وِتْرِيْ'' یعنی یہ میرا وتر ہے۔ ❷

۲۔تین وتر۔ ❸

---

❶ کتاب الإعتصام للشاطبی : ۱/۴۹.

❷ صحیح بخاری ، ابواب الوتر، رقم: ۹۹۰۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، رقم: ۱۷۴۸۔ السنن الکبریٰ للبیھقی : ۳/۲۵.

❸ صحیح بخاری ، کتاب صلاۃ التراویح، رقم: ۲۰۱۳۔ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، رقم: ۱۷۲۳.

وتر پڑھنے کا طریقہ:

سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تین وتر نہ پڑھو، پانچ یا سات وتر پڑھو اور تین پڑھ کر نمازِ مغرب کی مشابہت نہ کرو۔'' ❶

معلوم ہوا کہ تین وتر یا تو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ پڑھے جائیں یا پھر دو سلام کے ساتھ۔ ان ہر دو صورتوں میں نماز وتر کی مشابہت نمازِ مغرب کے ساتھ ہرگز نہیں رہتی۔

۳۔ پانچ وتر۔ درمیان میں کوئی تشہد نہیں۔ ❷

۴۔ سات وتر۔ چھ رکعات کے بعد درمیانہ تشہد ہوگا۔ ❸

۵۔ نو وتر۔ آٹھویں رکعت کے بعد درمیانہ تشہد ہوگا۔ ❹

دعائے قنوت:

((اَللّٰهُمَّ اهْدِنِی فِیْمَنْ هَدَیْتَ ، وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ ، وَتَوَلَّنِی فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ ، وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَا أَعْطَیْتَ ، وَقِنِیْ شَرَّمَا قَضَیْتَ ، إِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ ، وَإِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ [وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ] تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ .)) ❺

''اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرے میں شامل فرما جنہیں تو

---

❶ سنن دار قطنی : ۲/ ۲۴ ، رقم: ۱۶۳۲ ، ۱۶۳۳۔ مستدرك حاکم ۱/ ۲۰۴۔ سنن الکبریٰ بیهقی: ۳/ ۳۱ ۔ معرفة السنن والآثار ، رقم: ۵۵۰۹۱ ۔ صحیح ابن حبان ، رقم: ۲۴۲۹۔ ابن حبان اور حاکم نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، رقم: ۱۷۲۰.

❸ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، رقم: ۷۴۶.

❹ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین، رقم: ۷۴۶.

❺ سنن الکبریٰ بیهقی : ۲/ ۲۹۰۔ سنن ابوداؤد، باب القنوت فی الوتر ، رقم: ۱۴۲۵ ۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

نے ہدایت دی۔ اور مجھے اپنا دوست بنا کر ان لوگوں میں شامل کر دے جنہیں تو نے اپنا دوست بنایا، اور جو کچھ تو نے مجھے عطا کیا اس میں برکت ڈال دے۔ اور جس شر کا تو نے فیصلہ کیا ہے مجھے اس سے محفوظ فرما۔ بے شک تو ہی فیصلہ صادر کرتا ہے اور تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا اور جس کا تو والی بنا وہ کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوسکتا اور وہ شخص عزت نہیں پا سکتا جس سے تو دشمنی کرے۔ اے ہمارے رب! تو برکت والا اور بلند و بالا ہے۔''

تنبیہات:

۱۔ مروجہ دُعا: ((اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ......)) کو قنوتِ وتر قرار دینا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قطعی ثابت نہیں ہے۔

۲۔ وتروں کے بعد تین دفعہ یہ ذکر کیا جائے۔ ((سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ)) [1] ''پاک ہے وہ بادشاہ، نہایت پاک۔''

قنوتِ نازلہ:

وتروں میں دُعائے قنوت رکوع سے قبل اور بعد دونوں طرح جائز ہے۔ سیّدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

((أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ فَيَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكُوْعِ .)) [2]

''بے شک رسول اللہ ﷺ وتر میں دُعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے۔''

محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دُعائے قنوت کے بارے میں پوچھا کہ کب مانگی جائے تو انہوں نے کہا: ((قَنَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بَعْدَ

---

[1] سنن ابوداؤد، باب في الدعاء بعد الوتر، رقم: ۱٤۳۰۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کو ''صحیح'' کہا ہے۔

[2] سنن ابن ماجه، كتاب إقامة الصلوٰت وا لسنة فيها، رقم: ۱۱۸۲۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

الرَّکُوْعِ)) ''رسول اللہ ﷺ دعا قنوت رکوع سے قبل پڑھتے۔'' ❶

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ستر صحابہ کرام جب شہید ہوگئے، تو آپ ﷺ نے ایک ماہ صبح کی نماز میں قنوت کیا تھا۔ ❷

قنوت میں ہاتھ اٹھانا:

قنوت وتر میں ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: یقیناً میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز پڑھتے، دونوں ہاتھ اٹھاتے، اور کفار پر بددعا فرماتے۔ ❸

امام اہل سنت والجماعت، امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راھویہ رحمہما اللہ دونوں قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے قائل تھے۔ ❹

شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں:

''شریعت کا حکم ہے کہ قنوت وتر میں بھی رفع الیدین کیا جائے کیونکہ یہ قنوت بھی قنوت نازلہ ہی کے جنس میں سے ہے، اور یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ:

((أَنَّهُ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيْنَ دُعَائِهِ فِيْ قُنُوْتِ النَّوَازِلِ .)) ❺

''آپ نے قنوت نازلہ میں دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے تھے۔'' (امام بیہقی نے اس حدیث کو صحیح سند کے ساتھ بیان فرمایا ہے) ❻

---

❶ سنن ابن ماجه ، كتاب إقامة الصلوٰة والسنة فيها ، رقم: ١١٨٤ ۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے ''صحیح'' کہا ہے۔

❷ صحيح بخاری، كتاب المغازی، رقم: ٤٠٩٠.

❸ مسند ابوعوانة، رقم: ٥٩١٣.

❹ مسائل أبوداؤد، ص: ٦٦.

❺ السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب الصلاة، باب رفع اليدين في القنوت، ح: ٣٢٢٩.

❻ فتاویٰ اسلامیه: ١/٤٥١ ۔ ٤٥٢، طبع دار السلام، لاهور۔

امام بیہقی نے السنن الکبریٰ (۳/ ۳۹، تحت الحدیث: ۴۸۰۹) میں رقم کیا ہے:

((وَقَدْ رَوَيْنَا فِيْ قُنُوْتِ صَلَاةِ الصُّبْحِ بَعْدَ الرُّكُوْعِ مَا يُوْجِبُ الاِعْتِمَادَ عَلَيْهِ وَقُنُوْتُ الْوِتْرِ قَيَاسٌ عَلَيْهِ .))

''اور ہم نے صبح کی نماز میں رکوع کے بعد قنوت کے بارے قابل اعتماد روایات ذکر کی ہیں اور قنوت وتر اس پر قیاس ہے۔''

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ!

